الشباب شعبة من الجنون

نشۂ غفلت کا اتار جوش شباب کا انجام کا سچا بیان جانباز کی داستان یعنی

مثنوی جانستان

تصنیف منشی فرخندہ فال نوجوان خجستہ خصال اشفاق علی نجیب خاں صاحب رئیس اعظم مراد آباد

در مطبع منشی محمد علی مجدد و فخر مراد آباد طبع شد

قیمت فی جلد ۲ر

نمبر ۶۴ - ار سنہ ۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یارب مجھے قوتِ بیان دے — ہر لفظ مین گرمیِ فغان دے
تاثیر بھری کلام مین ہو — شمشیر چھپی نیام مین ہو
جانباز کی واقعی کہانی — لکھدون باداے لسانی
جادو کا پری کا دیو کا ذکر — جھوٹے قصّون کی لغو ہی فکر
سنچی ہی یہ داستان ساری — ہو سننے سی جسکے بیقراری
ہی شہر عجب مرادآباد — قائل ہین وہان کے سب پریزاد
یہ سانحہ ہی اُسی زمین کا — گذرا ہوا ماجرا وہین کا

ایک نوجوان کا اسکول مین داخل ہوکر ایک حسینہ پر فریفتہ ہونا

ساقی مئی جانستان پلادے — آمادۂ خودکشی بنادے

وہ آگ لگا دی جان و تن مین
ڈوبون مین کسی چہ ذقن مین

بھر دی مرے دل مین جوشِ مستی
سیکھون مین طریق بت پرستی

مرجانے کی جب کہ جی مین ٹھانی
آسان ہے مرگِ ناگہانی

کیون قتل کا دون کسی کو الزام
قاتل کو کرون نہ مفت بدنام

اوہم پہ نظر نہ کرنے والے
یون مرتے ہین دیکھ مرنے والے

اِک تازہ جوان ماہرو تھا
بیتابیِ دل کا چارہ جو تھا

تھین جوش پہ شوق کی ترنگین
آفت تھین شباب کی امنگین

فطرت مین تھا مادہ جنون کا
کالا ہی بنا تھا رنگ خون کا

سوزش تھی قیامت انکے دل مین
آتش تھی خمیر آب و گِل مین

وہ جوش وہ عمر نوجوانی
سامانِ بلائے ناگہانی

تھی جوشِ جنون کی اُسکو مستی
مذہب ہی تھا اُسکا بت پرستی

تعلیم ہوئی پدر کو منظور
اِسکول مین بھیجا حسب دستور
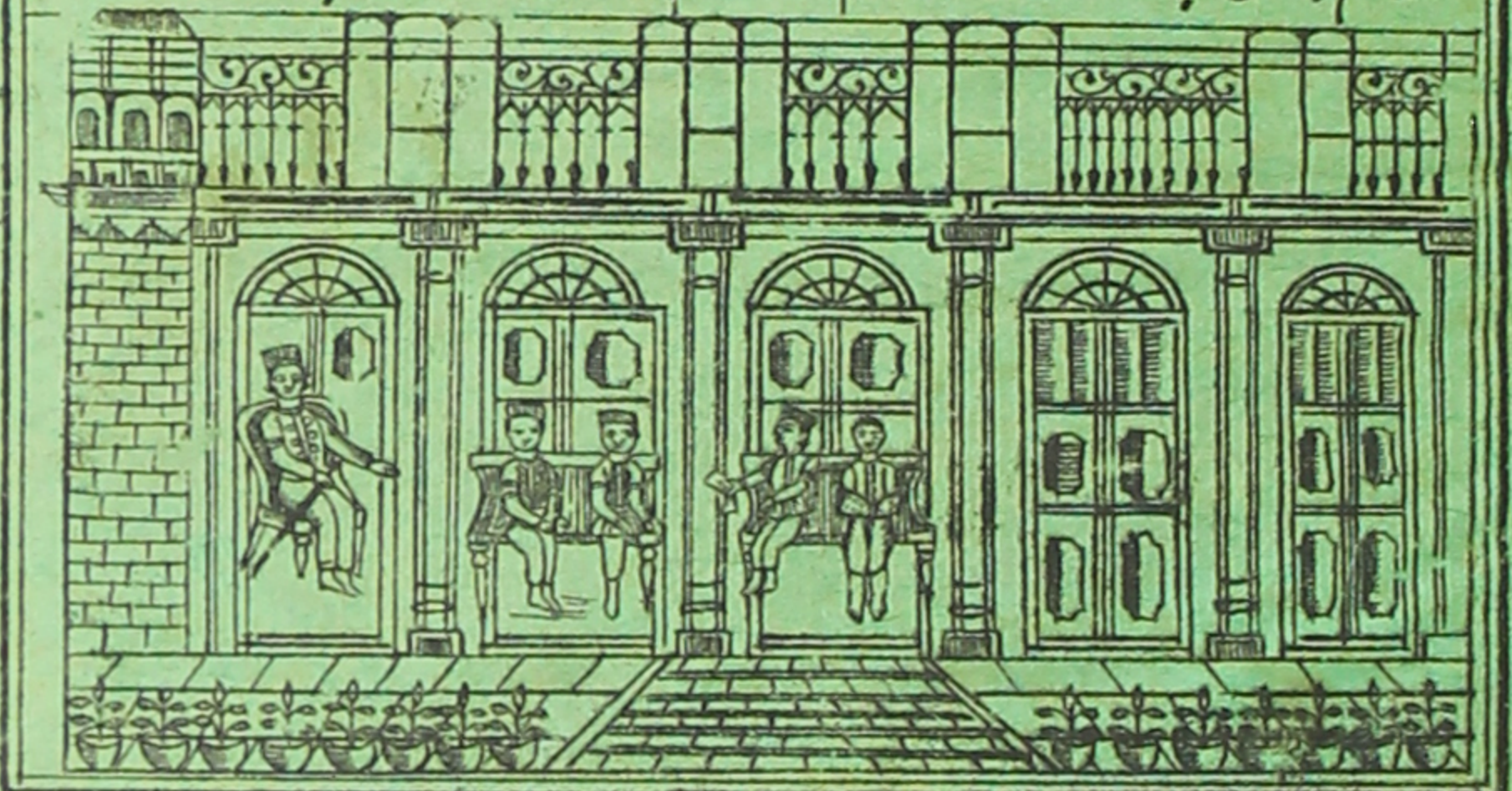
اسکول مین جب وہ مست پہونچا
وان جمع تھے اچھی آنکھون والے
معشوقون کی جلوی صف بصف تھی
محبوبون کی جانستان ادائین
شوخی کی بہار کم سنون مین
دیکھا جو یہ اُس نے کارخانہ
نظرون نے جو وہ بہار لوٹی
دیکھو جسے قہر تھا غضب تھا
آفت تھی وہ بھولی بھولی صورت
باتین تھین غضب کی پیاری پیاری
ہر عضو مین دلبری کے جلوے
جوبن سے بھرا ہوا وہ قامت
پھنس جاتے نہ کیون خدا کے بندے
کیا قہر تھین وہ گلابی آنکھین
خونریزیون کے لئی دلون کی
آنکھون مین غضب حیا کی انداز
بھائی بہت اُسکی دلفریبی

بتخانہ مین بت پرست پہونچا
انداز اک ایک کے نرالے
پریون کے اکھاڑی ہر طرف تھی
مشتاقون کی جان پر بلائین
آپس کے نداق ہم سنون مین
مرجانے کو مل گیا بہانہ
بجلی سی قیامتون کی ٹوٹی
اک شوخ اُن سب مین منتخب تھا
سانچے کی ڈھلی ہوئی تھی مورت
نظرین تھین وہ یا چھری کٹاری
سر سے پا تک پری کی جلوے
اُبھرا ہوا فتنہ قیامت
جادو کی تھی گیسوؤن مین پھندے
پیاری پیاری شرابی آنکھین
پلکین فوجین تھین قاتلون کی
آفت کی پھبن بلا کے انداز
بڑھنے لگی حد سے ناشکیبی

حیرت نے بنا دیا تھا خاموش
بیجا نہ تھا گر بجا نہ تھے ہوش

طاری ہوئین حالتین غشی کی
خواہش ہوئی دل مین خودکشی کی

کافر کا چلا کچھ ایسا جادو
دل پر نہ رہا ذرا بھی قابو

دریا ہوا آنسوؤن کا جاری
بڑھنے لگی حد سے بیقراری

چاہا کرے اپنی جان پر جبر
لیکن نہ ہوا کسی طرح صبر

معشوق سے راہ و رسم پیدا کرنا

اب دل کی تڑپ مٹا دے ساقی
جادو کا اثر دکھا دے ساقی

پیمانہ مین لکھدے نقشِ تسخیر
ہو یار کے دل مین جس کی تاثیر

القصہ بڑھی جو بے قراری
مشکل ہوا ضبطِ آہ و زاری

تدبیر نہ سوجھی اور کوئی
کی بہر وصال چارہ جوئی

تھی جذبہ دل کی رہنمائی
پیدا ہوئی رسم آشنائی

بڑھتے بڑھتے بڑھی ملاقات
رہنے لگے ساتھ ساتھ دن رات

باتین ہوئین آشنائیون کی
گھاتین ہوئین دلربائیون کی

دونون مین ہوا یہ عہد محکم
جو ربط کہ ہو کبھی نہ ہو کم

اس عہد کو عمر بھر نباہین
وہ چاہین ہمین ہم انکو چاہین

تھا بر سر رحم یار جانی
تھی حسب مراد زندگانی

ہر چند کہ یار تھا بغل مین
دل کو نہ قرار تھا بغل مین

جتنی ملی یار کی حضوری
بڑھتی رہی اور ناصبوری

دل کی ہوسون کا تھا یہ عالم
دریا مین بھی تشنگی نہ تھی کم

اُٹھنے ہی نہ تھا اُسی سروکار
ہر وقت تھا محو ذوق دیدار

لیکن نہ تھی رسم بے حجابی
بڑھ کر نہ تھی حد سی کامیابی

دونون مین جو تھین مزی کی باتین
غماز لگا رہے تھے گھاتین

افشا ہوا راز عاشقی کا
چرچا ہوا جابجا اِسی کا

رسوائیان بن گئین قیامت
ہونے لگی ہر طرف ملامت

غمازون نے اُنگلیان اٹھائین
ہمرازون نے پھبتیان سُنائین

مذکور یہی اِدھر اُدھر تھا
قصہ یہی ہر زبان پر تھا

معشوق کی بیوفائی اور عاشق کی بیقراری

ساغر کی جھلک دکھا دی ساقی
بیچین مجھے بنا دے ساقی

کُھل جائی بتون کی بیوفائی
ٹوٹے یہ طلسم دلربائی

کی یار نے پہلے مہربانی
تھی یہ بھی ادای دلستانی

جب دیکھ لیا کہ عاشق زار
ہر طرح سے ہو گیا گرفتار

اب درد نہین دوا کی قابل
بیمار نہین شفا کی قابل

آغاز ہوئین جفا کی رسمین
سب ٹوٹ گئین وفا کی قسمین

شیوہ یہی ہے ستمگرون کا
دستور تمام دلبرون کا

غزل

معشوق نے بے وفائیان کین
محبوب نے کج ادائیان کین

وہ دشمنِ جان بن گیا آج
کل جس نے تھین آشنائیان کین

جو ربط کہ ہم سے تھا وہ چھوٹا
غیرون نے وہان رسائیان کین

آخر کو بنے جو یون دل آزار
کیون پہلے تھین دلربائیان کین

کیا بات کیجیے گلا کسیکا مضطر
قسمت نے مری برائیان کین

جو یار کے لطف کا ہو خوگر
وہ جور و جفا اٹھائے کیونکر

تاریک ہوا جہان نظر مین
شعلے سے اٹھے دل و جگر مین

معشوق نے کی جو کم نگاہی
کہتا تھا یہ کیا ہوا الٰہی

آنکھون سے روان تھین خون کی موجین
دل پر تھین محیط غم کی فوجین

چھالے جو جگر کے تھے وہ توڑے
سر پاؤن پہ رکھا ہاتھ جوڑے

منت سنی یار نے نہ زاری
کی غیر سے بیوفا نے یاری

ہر چند کہا کہ او ستمگر
کر رحم مری خوشامدون پر

دل پر اگر اختیار ہوتا
یون کاہے کو بیقرار ہوتا

کچھ یاد بھی ہین وہ عہد و پیمان
کچھ دل مین تو اپنے ہو پشیمان

منظور تھی گر یہ بے وفائی
کی ہوتی نہ پہلے آشنائی

وہ تیرا مزاج کیا ہوا ہاے
کل کیا تھا تو آج کیا ہوا ہاے

تو دیکھ تو میری بیقراری | ہوتا نہین ضبط آہ و زاری
یون تجھکو حجاب کس لیے ہے | بے وجہ عتاب کس لیے ہے
کیون غصہ ہے مجھ پہ کیون غضب ہے | اتنا جو خفا ہے کیا سبب ہے
کیا ہو گئی تیری مہربانی | سنتا ہی نہین مری کہانی
جو دل مین تھا ماجرا سنایا | سب حال ذرا ذرا سنایا
بگڑ جو بگڑ گیا مقدر | سُنکر وہ بہت ہوا مکدّر
کچھ بھر جواب لب نہ کھولا | مُنہ سے بھی وہ بیوفا نہ بولا
روٹھا ہو تو روٹھے کو منالے | بگڑے ہوے کام کو بنالے
ملنا نہ ہو جب کسیکو منظور | پھر کیا کرے آدمی ہے مجبور
معشوق جو دفعتاً بدل جاے | کیون جان نہ سینہ سے نکل جاے
تدبیر جو کوئی بن نہ آئی | کرتا تھا وہ یون غزل سرائی

غزل

دنیا مین ہے اعتبار کس کا | معشوق ہوا ہے یار کس کا
کس طرح سے لاؤن دل کو بس مین | دشمن پہ ہے اختیار کس کا
گر بھول گئے ہو یاد اوس کی | یہ ذکر ہے بار بار کس کا
کہتے ہین وہ ہنسکے بے مروت | کیسا قول اور قرار کس کا
مضطر وہ نہین ہے آنیوالا | تم کرتے ہو انتظار کس کا

مطلوب ہی جسکو یاس ہو جاے — کس طرح نہ بدحواس ہو جاے
کہ کہ کے ہر اک سے درد اپنا — رونا کبھی اور کبھی تڑپنا
جاتی نہ تھی دل کی بیقراری — کٹتی تھی تڑپ مین رات ساری
ٹلنے تھی کبھی کبھی تھا سکتا — دشمن نہ یہ حال دیکھ سکتا
گذری انھین آفتون مین دو سال — ہر دم یہی درد اور یہی حال
بڑھنے لگی حد سے ناتوانی — ظاہر ہوئی موت کی نشانی
جب دل کی طپش ہوئی زیادہ — مرجانے کا کرلیا ارادہ
سمجھا کہ یہ درد لادوا ہے — مرنے کی سوا علاج کیا ہے

فہمائش احباب

اب ایسی دوا پلادے ساقی — کچھ ہوش رہین نہ مجھ مین باقی
ناصح جو نصیحتین سنائے — کچھ میری سمجھ ہی مین نہ آئے
احباب نے جب یہ طور دیکھا — نقشہ ہی کچھ اُس کا اور دیکھا
پہلے تو مذاق جانتے تھے — الفت ہی کو جھوٹ مانتے تھے
اب دیکھے جو بگڑے اُسکے انداز — گھبرائے تمام یار دمساز
سمجھایا کہ کیون ہوے ہو نادان — کیون بنگئے اسقدر پریشان
اِس خبط کو چھوڑو خاک ڈالو — سنبھلو اور آپ کو سنبھالو
جس پر ہے تمھین یہ بیقراری — پروا بھی نہین اُسے تمھاری
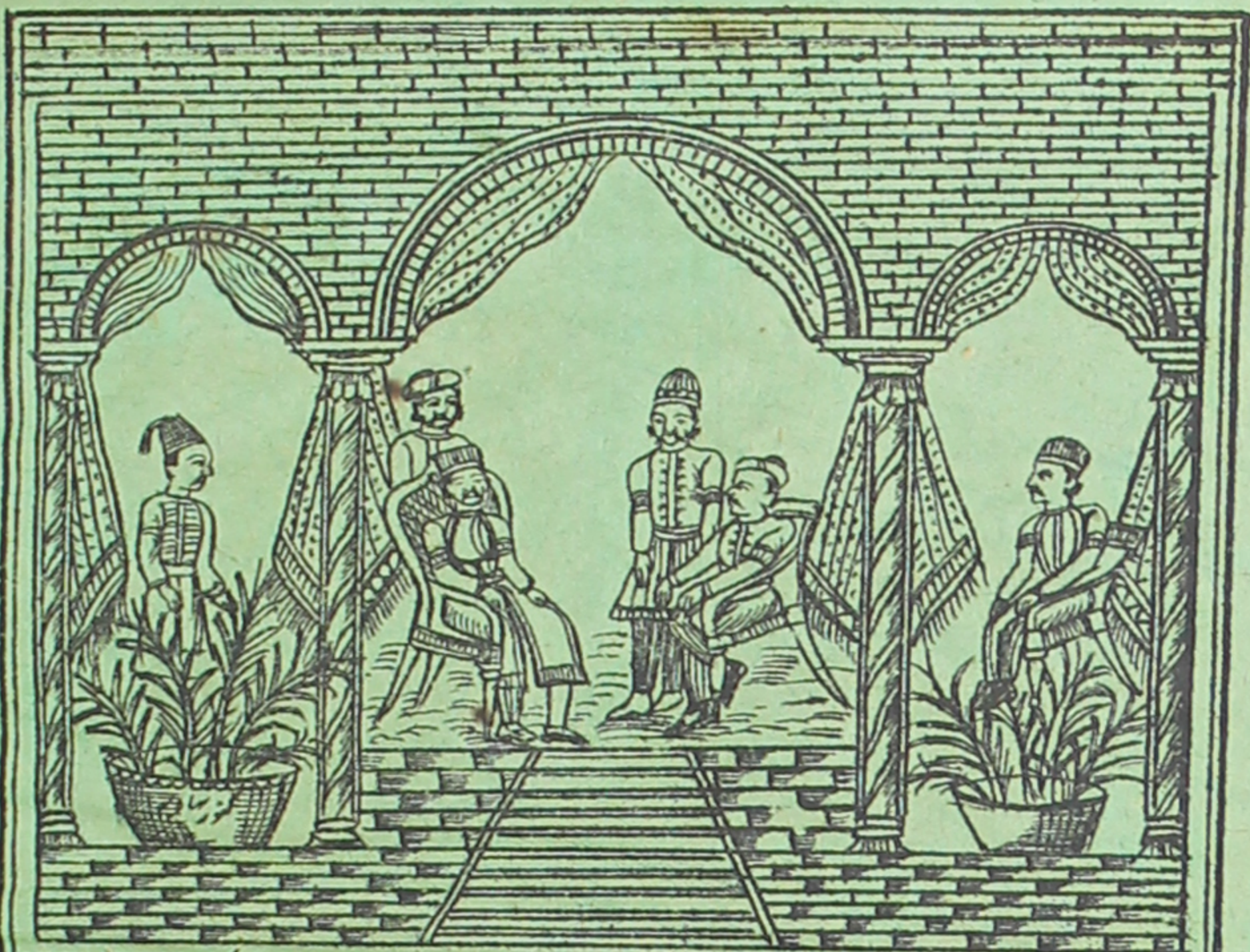
اِس طرح سے بیقرار کیون ہو
کیون کھوتی ہو اپنی مفت مین جان
تم عشق کا جس کی بھرتے ہو دم
چھوڑو اُس شوخ بے وفا کو
ہر کمرہ ہی مہوشون سی آباد
کیا اور کوئی حسین نہین ہی
بہترون سی چھوڑو دُسرکار
معشوق وہی ہی جو بنا ہے
کچھ پاس نہین جسی تمھارا

ایسے بی اختیار کیون ہو
انسان ہی وہ بھی تم بھی انسان
تم بھی نہین اُس سی حسن مین کم
اِسکول مین اور کوئی تاکو
ایک ایک سی بڑھ کی ہی پریزاد
ایسا کوئی مہ جبین نہین ہی
ڈھونڈو کوئی آدمی وفادار
تم چاہو اُسی وہ تم کو چاہے
تم بھی کرو اُس سی اب کنارا

لاکھوں ہیں جہان میں ماہ پارے — پھرتے ہیں حسین مارے مارے
ہوتی ہیں جو آدمی خردمند — ہو جاتی نہیں کسی کے پابند
ہر گل کی بہار دیکھتے ہیں — ہر دل کا خمار دیکھتے ہیں
بیہوش ہو اپنے ہوش میں آؤ — ہے جوش جنون تو فصد کھلواؤ
شعلے جو بھڑکتے ہیں جگر سے — تدبیر کرو پلاستر سے
خون بند نہ ہو جو چشم تر کا — لازم ہے علاج ڈاکٹر کا
کیوں ظلم کسی کے جھیلتے ہو — کیوں جان پہ اپنی کھیلتے ہو
دنیا کا یہی ہے کارخانہ — گردش میں ہمیشہ ہے زمانہ
ہے آج وصال کل جدائی — ہے صلح کبھی کبھی لڑائی
رہتا نہیں ایک حال باقی — ہر روز نیا ہے دورِ ساقی
یاں ہجر و وصال کھیل ہے — جز خواب و خیال اور کیا ہے
یہ ڈھنگ نہیں کچھ آج کل سے — نقشہ ہے یہی دمِ ازل سے
یاں جو ہے کمال پانے والا — اک دن ہے زوال پانے والا
ڈھلنے کے لئے ہے گل کا جوبن — جلنے کے لئے ہے سارا گلشن
عالم کے تغیرات دیکھو — ہوتے ہوے دن کو رات دیکھو
سمجھو کہ ہر ایک شے ہے فانی — دو روز ہے عالم جوانی
ہر رنگ ہے یاں بدلنے والا — ہر قافلہ ہے نکلنے والا

یون ہی یہ شباب کا زمانہ ۔ ہو جیسے کہ خواب کا زمانہ
جب ڈھل گیا عالم جوانی ۔ جو آگ تھی ہوگئے وہ پانی
گل جسم تھی جن پہ جامہ زیبی ۔ مشہور تھی جن کی دلفریبی
آج انکی جو جا کے تم خبر لو ۔ دیکھو بھی تو آنکھ بند کر لو
قائم نہ یہ رنگ ہے نہ روغن ۔ مہمان ہے چند روز جوبن
جو حسن کہ چار روز کا ہو ۔ کیون آدمی اُس پہ مبتلا ہو
یارون نے بمقتضاے الفت ۔ دیوانہ کو کی بہت نصیحت
جو ہوش و حواس کھو چکا ہے ۔ تاثیر نصیحت اُس پہ کیا ہو
بولا نہین اختیار میرا ۔ اب دل ہے مرا نہ یار میرا
جب عقل رہی نہ ہو سلامت ۔ کیا فائدہ گر کرو ملامت
یہ جوش مٹاؤ تب مین سمجھون ۔ یہ آگ بجھاؤ تب مین سمجھون
سمجھانے کا وقت اب کہان ہے ۔ کوشش یہ تمام رایگان ہے
یا اُسکو کسی طرح مناؤ ۔ یا جان سے میری ہاتھ اُٹھاؤ
اُلٹا تھا اثر نصیحتون کا ۔ دونا ہوا جوش وحشتون کا
ناصح کی جو جوش بیانیان تھین ۔ زخمون پہ نمک فشانیان تھین

القصہ بنی نہ کوئی تدبیر
اُلٹی ہوئی ہر فسون کی تاثیر

خودکشی کے ارادہ پر قلعہ کے کنوئیں میں ڈوب مرنا

ساقی غمِ انتظار کب تک
کشمکشِ خمار کب تک

دے زہر ملا کے مجکو بادہ
مرجانے کا دل میں ہے ارادہ

معجون کھلا دے بہشتی کی
اوڑھی ہے ترنگ خودکشی کی

مرجانے کا قصد تھا جو محکم
اب اور بھی ہو گیا مصمم

سوچا کہ یہ درد لادوا ہے
مرنے کے سوا علاج کیا ہے

دیکھوں یہ قیامتیں کہاں تک
جھیلوں یہ ملامتیں کہاں تک

جب آگ سے بھر رہا ہو سینا
مرنا بھی ہے ایسے وقت جینا

مجھ پر تو ہے یہ پہاڑ ٹوٹا
ہر جسم سمجھ رہا ہے جھوٹا

وہ دیکھ کے میری بیقراری
کہتا ہے بناوٹیں ہیں ساری

جو کچھ مرے دل کا ماجرا ہے
وہ مکر و فریب جانتا ہے

وہ بھی تو یہ دیکھ لے تماشا
بیجان پڑا ہو میرا لاشا

کہتی ہوں یہ مجکو رونیوالے
یوں کھوتے ہیں جان کھونیوالے

مشہورِ جہاں یہ ماجرا ہو
بدنام وہ شوخ بیوفا ہو

بیداد پر اپنی منفعل ہو
رسوا ہو ذلیل ہو خجل ہو

سمجھے مرے عشق کی حقیقت
جانے کہ تھی واقعی محبت

شرمندہ ہو کج ادائیوں سے
محجوب ہو بیوفائیوں سے

ہو میرا خیال بعد میرے
جانے مرا حال بعد میرے

پھر ملنے کی مجھ سے آرزو ہو
جب مین نہون میری جستجو ہو

مر جانے سے میرے ہو پریشان
برحمی پہ اپنی ہو پشیمان

برپا ہو جہان مین قیامت
ہر کوئی کرے اُسے ملامت

ایسی اُسے عار و ننگ آئے
خود زیست سے اپنی تنگ آئے

یہ گرمیِ حسن سرد ہو جائے
مُنھ شرم کی مارے زرد ہو جائے

دعویٰ جو ہے خودسری کا ٹوٹے
وہ داغ لگے کہ پھر نہ چھوٹے

پھر حوصلہ ہو نہ دلبری کا
دل جائے عوض ستمگری کا

شرمندگی اُس پہ ایسی چھائے
اِس شہر مین پھر نہ مُنھ دکھائے

شہرت مری سب مین عام ہو جائے
جانبازون مین میرا نام ہو جائے

تدبیر نجات اور کیا ہے
اِس درد کی موت ہی دوا ہے

افسوس وہ عمر نوجوانی
اور خواہش مرگ ناگہانی

جینے سے تو تھا ہی اپنے بیزار
مرنے پہ ہو خوشی سے تیار

ہے قلعہ پہ اک کنوان غضب کا
مشہور ہے خودکشی کے ڈھب کا

بچتے نہین اُس کے گرنے والے
ڈر جاتے ہین گر دیکھنے والے

سوچا کہ اسی مین ڈوب جانا
آسان ہے موت کا بہانا

اب جان پر اپنی کھیل جاؤ
سختی جو پڑے وہ جھیل جاؤ

ساتھ اِس کے یہ خوف جی مین آیا — فتنہ نہ اُٹھے کوئی خدایا
جو میرا اور اُس کا ماجرا ہے — ہر اک کو خبر ذرا ذرا ہے
قاتل نہ کوئی اُسے بنائے — الزام نہ نازنین پہ آئے *
مشہور ہین ہتکھنڈی پولس کے — یہ لوگ ہوے ہین یار کس کے
کرجاؤن کچھ ایسی پہلے تدبیر — وہ شوخ نہ پائے کوئی تعزیر
معشوق گناہ سے بری ہو — محبوس نہ قید مین پری ہو
ہر اک کا گمان ہو خودکشی پر — عائد مرا خون ہو مجھی پر *
دو خط لکھے تھام کر جگر کو — اِک یار کو ایک ماسٹر کو
جو قصہ تھا صاف صاف لکھا — اِک حرف نہ برخلاف لکھا
جو خط کہ بنامِ ماسٹر تھا — گویا رگِ جان کا نشتر تھا

ہیڈ ماسٹر کے نام عاشق کا خط*

لکھا جو کلاس پنجمین ہے — اِک اس مین غضب کا نازنین ہے
(تھا نام بھی صاف صاف تحریر — پر ہم نہین کرتے اُسکی تشہیر)

*اصل خط کے ہو بہو الفاظ یہ ہین "جناب ہیڈ ماسٹر صاحب. بغور ملاحظہ فرمائیے عرصہ دو سال کا ہوا کہ بندہ ایک لڑکے مسمے . . . طالب علم درجہ پنجم سنگین کے دام محبت مین گرفتار ہوا چنانچہ اب تک وہی حالت رہی مگر اس لڑکے نے میرے ساتھ دغا کی لہذا غصہ نے دل مین جگہ کی اور بجز خودکشی کے چارہ نہ دیکھا اسواسطے بہت سی تدبیرین اپنے واسطے پیوند زمین کا کرنے کو کین مگر نا کامیاب ہا آخر کار قلعہ کے کنوین مین جو آپ کے مدرسے کے احاطے مین ہے گر پڑا اب بندہ کی لاش کو اس مین سے نکلوائین اور میرے والدین کو یہان بلاکر اُنکے حوالے کرین۔
مکرر عرض یہ ہے کہ یہ عریضہ اس غرض سے آپ کی خدمت مین روانہ کیا ہے کہ اور کسی کو تکلیف نہو"

دو سال سے اوس پہ شیفتہ ہون | کچھ ہوش نہین فریفتہ ہون
بیتابی دل سے مین ہون مجبور | اب تک مرا درد ہی بدستور
معشوق نے بجھسے کی برائی | شیوہ ہے بتون کا بیوفائی
اب جان سے ہو گیا ہون عاری | ہوتا نہین ضبط بیقراری
کب تک یہ مصیبتین اوٹھاؤن | ہر روز قیامتین اوٹھاؤن
سینے سے مری یہ غم نہ نکلا | مجبور ہون مین کہ دم نہ نکلا
اب دل مین ہے خودکشی کی ٹھانی | منظور ہے مرگ ناگہانی
مرکر اوس درد سے چھٹا مین | قلعے کے کنوین مین گر پڑا مین
اس نامہ پہ آپ جب کرین غور | لاشہ کو مری نکالین فی الفور
کردین مری باپ کی حوالے | فرمادین کہ پھر خاک ڈالے
تحریر کا ہے مرے یہ حاصل | خود مین ہی بنا ہون اپنا قاتل
گو باعث قتل ہے وہ دلدار | پر اوس سے نہین مجھی سروکار
ایسا نہو اوس کو طول ہو جاے | وہ بت نہ کہین ملول ہو جاے

اور میرے دوستون کو جو بے گناہ ہین قید وغیرہ نہو کیونکہ میرا کوئی قاتل نہین ہے اور اگر ہے تو یہی ہے مجھے اوس سے کوئی سروکار نہین - آپ کو چاہیئے کہ اوس کو کچھ تکلیف نہ دین کیونکہ جب مقتول یہہ چاہتا ہے کہ میرے قاتل کو کچھ سزا نہو تو پھر آپ کو کیا تعلق ہے اور اگر آپ اوس کو کچھ رنج بھی دینگے تو خدا کے یہان اسکا بدلا لونگا -"

عریضہ

" چھوٹے لال اول بورڈر طالب علم درجہ چہارم گورنمنٹ ہائی اسکول جالون ضلع کالکنوان "

دعوی نہین اُسپہ خود مجھی کو	پھر اُس سی غرض ہو کیا کسی کو
محبوب وہ نازنین ہے مجھکو	کچھ دعوے خون نہین ہی مجھکو
گر یار پہ کچھ بھی ہو گی بیداد	مین پیش خدا کرون گا فریاد
جب لکھ چکا خط تو نام لکھا	قلعے کا کنوان مقام لکھا

نامہ* بنام معشوق

لکھا تھا کہ ہون مین سخت بیتاب	بنتا نہین کیا لکھون مین القاب
مشفق ہو شفیق دلربا ہو	اب در مین کیا لکھون کہ کیا ہو
لکھا ہون بصد نیازمندی	ای محو خیال خود پسندی
جس روز سی تجھپہ مبتلا ہون	مین وقف مصیبت و بلا ہون
بڑھتی رہی بیقراری دل	کچھ غم کی سوا ہوا نہ حاصل

* اصل خط کی الفاظ بعینہ یہ ہین۔ دو مشفق لکھون شفیق لکھون دلربا لکھون * حیران ہون کہ آپ کو القاب کیا لکھون ہو بعد بصد عجز و نیاز خاکساری و انکسار بندہ منکشف حال ہوتا ہی جس روز سے آپکے دام محبت مین گرفتار ہوا بجز رنج و محن کے کچھ ہاتھ نہ لگا۔ ای جفا کار ستمگر آپ کی جناب مین بہت سمجھایا پھر عجز و انکسار معروض کرتا رہا کہ شاید کبھی نظر عنایت ہو مگر کامیاب مقصد نہوا۔ بیہری آپ کی سے درد جدائی و غم ہجران نے دل مین گھر کی۔ بھوک پیاس غارد۔ شب و روز نالہ و آہ و زاری۔ گل خار۔ صحرا گلزار معلوم ہوا کہ طالع بدبختی کا زمانہ ناموافق ہوا۔ دوست دشمن ہوی۔ سوچا کہ تو جو اس الم مین گرفتار ہی رہائی حاصل کرے بجز خودکشی چارہ نہ دیکھا۔ لہذا آج کی وجہ سے کہ رشک پری و حور ہین اپنے تئین پیوند زمین کا کیا اور اس دنیاے فانی سے کوچ کر راہ عدم کی اختیار کی مگر حسرت اس بات کی کہ وصل کس کو کہتے ہین باقی رہی لیکن خاکسار کو امید ہی کہ جناب جب کہ میری لاش کو دیکھین گے تو اُسکے سینے پر ہاتھ رکھین گے اور افسوس کی سوا آپ کے دل مین کچھ نہو گا اور فرمائینگے ہای مین ایسا نہ جانتا تھا کہ یہ شخص میری اوپر جان قربان کرنے کو ہی۔ اُسکے ساتھ بیوفائی سی پیش آون اور اپنی عاشق شیدا کو کہ محبت صادق رکھتا ہی ناحق خاک مین ملاؤن۔ خیر آپ کی بلا سے اب میرا سلام لو اور آپ کو دیگر عاشقون سے کام رہا کچھ

ای ظالم بیوفا دغاباز
ای مست شراب نخوت و ناز
سو بار بصد نیاز و زاری
حالت کہی تجھسے اپنی ساری
جو درد جگر کا تھا سنایا
جو دل کا تھا ماجرا سنایا
امید یہ تھی کہ او ستمگر
شاید کبھی رحم آئے مجھ پر
سنکر مرے درد کی کہانی
کچھ ہو گا خیال مہربانی
بیتابی دل کا کچھ اثر ہو
تجکو مرے حال کی خبر ہو
پر رحم ذرا تجھے نہ آیا
کچھ خوف خدا تجھے نہ آیا
ہجروں نے تری ستمگر
آخر کیا مجھکو ایسا مضطر
جاتی رہی بھوک پیاس بالکل
باقی نہ رہے حواس بالکل
آنکھوں سے ہی سیل اشک جاری
رہتی ہی ہمیشہ بیقراری

ص کچھ قصور نہین آمی میری غلطی ہی جو آپ کو الزام دون اور اشعار ذیل تو بغور پڑھنا چاہیے۔ ص

چلے دنیا سے جسکی یاد مین ہم ٭ غضب ہی وہ ہمین بھولا ہوا ہے ٭ عنایت غیر پر اور ظلم ہم پر ٭ حقیقت مین یہی شرط وفا ہی

ص نہ تھا معلوم الفت مین کہ غم کھانا بھی ہوتا ہے ٭ جگر کی بیکلی اور دل کا جھانا بھی ہوتا ہی

ص اس طرح کلپے لو پھر پھوڑین کھاتی پھرتی ٭ اپنے قابو مین جو ای جان دل اپنا ہوتا

تم کو لازم ہی کہ اگر کوئی جواب تم سے طلب ہو تو اپنی رہائی کے واسطے ہیڈ ماسٹر کو یہ عریضہ دکھا دینا کہ میرے عاشق کو مجھے تکلیف دینے کی ضرورت نہین ہی اور مین لکھے دیتا ہون واضح ہو کہ کسی کو اپنے معشوق سے کچھ ضرور بدنیتی کی نہین ہی اور اگر جو کوئی میرے معشوق کو ستائیگا تو حشر کے دن مین اسکا خدا کے یہان دامنگیر ہونگا٭

عریضہ

"چھوٹے لال اول بورڈر طالب علم درجہ چہارم گورنمنٹ ہائی اسکول حال وارد قلعہ گنگا کان

گل آنکھون مین میری ہوگئی خار — صحرا کی طرح اوداس گلزار

قسمت کو ہوئی جو مجھسے ان بن — جو دوست تھی ہوگئے وہ دشمن

سوچا کہ یہ اضطراب کب تک — یہ رنج یہ پیچ و تاب کب تک

ہر دم شب و روز آہ و زاری — کب تک یہ تپش یہ بیقراری

ہر کام کی آخر انتہا ہے — مرنے کے سوا اب اور کیا ہے

طاقت نہ رہی ستم کشی کی — اب ٹھانی ہے جی مین خودکشی کی

تجھ پر ہون مین جان کھونیوالا — تجھ پر ہون نثار ہونیوالا

ہے تیرے لیے جنون میرا — گردن پہ تری ہے خون میرا

باقی رہی دل مین اتنی حسرت — پائی تری وصل کی نہ لذت

پاؤگے جو موت کی خبر تم — ہاتم مین کروگے چشم تر تم

نکلے گا کنوین سے جب کہ لاشا — تم آؤگے دیکھنے تماشا

تم سینے پہ میرے ہاتھ رکھکر — فرماؤگے یون بدیدۂ تر

کیا جانتے تھے کہ یہ پریشان — کھو دیگا ہمارے عشق مین جان

ہے ہم پہ نثار ہونیوالا — جینے سے ہے ہاتھ دھونیوالا

ناحق اسے ہم نے یون ستایا — افسوس نہ ہم کو رحم آیا

اُسوقت جو میری یاد ہوگی — حاصل نہ کوئی مراد ہوگی

تو نے تو کمی نہ کی جفا سے — مرجائے کوئی تری بلا سے

اب میرا سلام لیجیے سرکار	اب آپ ہین اور بزم اغیار
بعد اسکے لکھے تھے چند اشعار	حسرت کا کیا تھا اپنی اظہار
مطلب یہ تمام کر کی تحریر	لکھا تھا کہ اے پری کی تصویر
گر نام ہو قاتلون مین تیرا	دکھلائیو یہ نوشتہ میرا
کہدیجو نہین ہی میری تقصیر	مقتول کی دیکھ لو یہ تحریر
جب اُسکو نہین ہی مجھسے دعوی	پھر اور کسی کو ہی غرض کیا
خط لکھ کی یہ دونون عاشقانہ	فوراً گئی ڈاک مین روانہ
پھر جان سے اپنی ہوگی بیزار	جانبازی کو ہوگیا وہ تیار
تدبیر نہ سوجھی اور کوئی	اُس چاہ مین گر کی جان کھوئی
دشمن ہوا اپنی زندگی کا *	انجام یہی تھا عاشقی کا
ثمرہ جو تھا چاہنے کا پایا	حاصل یہ نباہنے کا پایا
نکلا یہ خمار مستیون کا *	یہ اجر تھا بت پرستیون کا
پہونچا جو خط اُس کا ماسٹر کو	اُٹھا وہین تھام کر جگر کو
اُس چاہ مین کی تلاش اُسکی	پائی وہین غرق لاش اُس کی
نکلا جو کنوئین سی اوس کا لاشا	معشوقون کو ہوگیا تماشا
شکوہ نہ گلا نہ کوئی تقریر	گویا تھی وہ بیکسی کی تصویر
مضطر تھا نہ بیقرار تھا دل	تسکین تھی ہر طرح سی حاصل

ف۵ یہ حادثہ ۱۵ ماہ فروری سنہ ۱۸۹۶ع مین واقع ہوا اور ۱۸ فروری کو دونو خط پہونچے اُسی دن لاش نکالی گئی *

باقی تھی نہ یار کی شکایت — لب پر تھی نہ درد کی حکایت
شعلے نہ بھڑکتے تھے جگر سے — جاری تھی نہ اشک چشم تر سے
گر سامنے بیٹھے یار آکر — دیکھے بھی نہ وہ نظر اٹھا کر
حد ہو چکی ختم بے کسی کی — پروا نہ رہی اُسے کسی کی
اب شوق وصال بھی نہین تھا — فرقت کا خیال بھی نہین تھا
ماں باپ نی سر خاک ڈالی — حسرت جو تھی دل کی سب نکالی
پانی مین سے جس کو تھا نکالا — اب آگ مین اُسکو سب نی ڈالا
خوب اہل پولس نی خاک چھانی — تحقیق مین کی عرق فشانی
قاتل کا بھی تذکرہ کچھ آیا — سفاکون نی اُس کو بھی بلایا

خط پیش کیا پئے گواہی | تھا اوس مین ثبوت بیگناہی
آخر یہ ہوا نتیجہ حاصل | مقتول ہی خود ہے اپنا قاتل
وہ چاہ جو تھا مہیب و خونخوار | اب بند ہوا بحکم سرکار
ہوتا کہ نہ خون پھر کسی کا | مسدود ہو باب خودکشی کا
معشوق کمال سنگدل تھا | اُسوقت کسیقدر خجل تھا
ہوتی تھی جو ہر طرف ملامت | چھائی تھی ذرا ذرا ندامت
اخبارون نے دہوم تھی مچائی | ہر شہر مین یہ خبر اوڑائی
شہرت نے کیا جو گرم بازار | پیدا ہوے سیکڑون خریدار
مجبور جو ہو گئے دلون سے | وہ دیکھنے آئے منزلون سے
جب ہو گیا خط کا رخ پہ آغاز | باقی نہ وہ حسن تھا نہ انداز

عبرت

اِس قصۂ جانگزا کو دیکھو | اِس عشق کی انتہا کو دیکھو
تھا پہلے تو دل لگی کا دہندا | پھر پڑ گیا اُس مین کیسا پھندا
باطل ہے جو چیز ماسوی ہے | فانی ہے جو اُس ہو خطا ہے
ممکن کا بھلا وجود کیا ہے | ظاہر کی فقط نمود کیا ہے
خود جس کی ہے مستعار ہستی | کیون عشق مین اُس کے ایسی مستی
انسان مین کیا ہے دلفریبی | کیون اُس پہ ہو ایسی ناشکیبی

جو کچھ ہی وہ قدرتِ خدا ہی
صنعت کا کمال اُس مین کیا ہی

مصنوع ہی آدمی کی صورت
جس طرح بنای کوئی مورت

مخلوق مین گر جمال پاؤ
خالق کی طرف نظر ہٹاؤ

کھلجاے جو دیدۂ بصیرت
ہو دل مین نہ غیر کی محبت

مناجات

یا رب مری سینے مین وہ دی نور
ہو دل سی خیال غیر کا دور

ہر شی مین ترا کمال دیکھون
ہر سمت ترا جلال دیکھون

دل مین تری یاد یون سمائی
کچھ تیری سوا نظر نہ آئی

دی گرمیِ عشق میری دل مین
کچھ آگ بھی بھر دی آب و گل مین

گر فکر ہو دل مین تو تری فکر
گر ذکر ہو لب پہ تو ترا ذکر

تیری ہی جمال کا رہے شوق
تیری ہی وصال کا رہی ذوق

آفت تری غم کی جھیل جاؤن
تیری لئے جان پہ کھیل جاؤن

زایل غمِ عشقِ غیر ہو جای
انجام مرا بخیر ہو جای

سیکھون مین تری رضا کے آئین
آمین آمین ثم آمین

نتیجہ فکر رسا و سلیم منشی انوار حسین صاحب تسلیم

چو تصنیف این مثنوی کرد ضبط
سلاست طلب بود زہم متانت

بگفتم رقم کرد تسلیم سالش
بہارِ فصاحت بہارِ بلاغت

۱۸۹۶ع

تقریظ از حضرت تسلیم غفر اللہ الکریم

لکھے کوئی تسلیم تعریف کیا
پر آشوب فتنہ ہی یہ مثنوی

اگرچہ یہ کہنے کو چھوٹی سی ہی
فصاحت مین ہی یہ بڑی سی بڑی

اسی سی مچا غل اٹھا شور ہی
کہ اس مین ہی اصلاح فرمائی

پڑہون مصرعہ مصحفی اس جگہ | نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
جو ہے لفظ ہے چلبلاہٹ بھرا | جو ہے بیت ہے شوخیونکی بھری
لگے مصرعون کو فصاحت کے پر | ہر اک بیت سچ مچ ہے کالی پری
ٹپکتا ہے ہر لفظ سے چونچلا | یہ ہے مثنوی یا پھلجھڑی
مضامین کی ہے انوکھی گھرت | ہر اک استعارے کی سج دہج نئی
جو مضمون فربہ کوئی اوسمین ہے | وہ دبلی کی ہے اک حسین گدبدی
وہ ترکیب کوری جو ٹھرکا ئے دل | اچھوتی وہ بندش کہ لیتی ہے جی
کنایون کے تیور خدا کی پناہ | برستی اشارون سے ہے تشنگی
بہرا دل مین ہے مثنوی کا مزہ | کہ ہے باغ مین باس گل کی جچی
جو لکھنا تھا مجکو وہ مین لکھ چکا | مگر ایک یہ بات کہنی رہی
وہ ڈوبے کنوین مین شتاب الجدا | جو امرد کی کوئی کرے عاشقی
سن طبع کا اب یہ مصرع لکھون | مجھو کہون جانستان مثنوی
۱۳۰۸ھ

تاریخ طبع ایضاً

بالطاف وافضال ایزد تعالی | چو شد طبع این مثنوی بار دیگر
رقم کرد تسلیم تاریخ سالش | کیا مثنوی طبع فیروز نیر
۱۳۰۸ھ

مورخ بیمثال منشی محمد فیروز شاہ خانصاحب فیروز

چھپ گئی فیروز پھر وہ مثنوی | جسکے پڑھنے سے جگر ہے چاک چاک
طبع ثانی کی یہی تاریخ ہے | مثنوی جانستان اندوہناک
۱۳۰۸ھ

مولوی جعفر حسین صاحب طارق

ترسیم کیا ہے قصۂ غم | مضطر کا بیان لاثانی ہے
لکھا طارق اوس کی تاریخ | افسانۂ قتل جانستان ہے
۱۳۰۸ھ

منشی امتیاز علی صاحب امتیاز مرادآبادی

ختم ترسیم جانستان چو نمود | مضطر از کلک خوش رقم رو زد
برمحل امتیاز سالش گفت | جانستان بہشت مثنوی جاناں
۱۳۰۸ھ

ایضاً

ہوگئے ترسیم چھپ گئی عمدہ | جانستان نظم پر بہار و عجیب
کر رقم امتیاز مصرعۂ سال | اب چھپی جانستان عجیب و غریب
۱۸۹۱ع

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ مثنوی جانستان بعد اضافہ نظم نشنیدہ ورکی مرتبہ مطبع مطلع العلوم اخبار نیر اعظم مراد آباد مین یکم نومبر سنہ ۱۸۹۰ع کو حسب فرمائش احباب زیور طبع سے آراستہ ہوکر سرمایۂ افزائی ناظرین ہوئی

ممانعت چونکہ اس مثنوی کی تصنیف مین بہت محنت کی گئی ہے لہذا کوئی صاحب میری بغیر اجازت پہلی مثنوی کی نقل یا اسکے کسی جزو یا کل کو طبع نہ فرماوین کیونکہ اس مرتبہ دونون مثنویون پر رجسٹری کرادی ہے۔

العبد
اشفاق علی مہتمم اخبار نیر اعظم و مصنف مثنوی

اطلاع۔ ہمارے مطبع مین ہر قسم کا کام چھپائی عربی فارسی انگریزی ناگری نقشہ پتھر کے چھاپے کا عمدہ ہوتا ہے۔ نمونہ چھپائی یہ کتاب کافی ہے۔

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع مطلع العلوم مرادآباد کی ہے پشت کتاب پر مہر مالک مطبع ثبت کی گئی۔

نیر اعظم مرادآباد ۱۳۰۳
اخبار
مالک محمد امجد علی

اطلاع۔ مطبع نیر اعظم کی نادر کتب کی فہرست۔ ایس ابن علی مہتمم اخبار کے پاس۔ ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتی ہے۔